

# حیات عرفی شیرازی کا ایک تنقیدی مطالعہ

انجناب ڈاکٹر محمد رفیع الحق صاحب انصاری بی، اے آنرز ایم اے، ایل ایل بی

بی، لیگ، ڈی، بیچرار لکھنؤ یونیورسٹی

(۲)

۱۳- دیباچہ کلیات عرفی - عبد الرحیم خان خانان کے حکم سے سر اجا نقاش اصغرانی نے نفاذ میں جو عرفی کلیات مرتب کیا تھا اس پر عبد الباقی نہاوندی نے دیباچہ لکھا تھا جس کا ذکر اس نے ماثر جمعی میں عرفی کے حالات کے سلسلہ میں کیا ہے۔ طلسم اس دیباچہ میں عرفی کے حالات زندگی یا تحریری سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ عرفی کے حالات زندگی پر سب سے زیادہ روشنی اسی دیباچہ سے پڑتی ہے لیکن ماثر جمعی کی طرح اس دیباچہ میں بھی چند باتیں (مثلاً عرفی کے ہندوستان آنے کا باعث) ایسی ہیں جو حقیقت سے دور ہیں۔ ان پر بھی آئندہ سطور میں بحث کی جائیگی۔ اس دیباچہ کے حسب ذیل اقتباسات نہایت اہم ہیں..... حقیقت حال مولانا عرفی شیرازی رقم کر وہ آیا۔ فرزند ظفت خواجہ زین الدین علی بلوی شیراز

است و پدید نبرگوار ایشان گاہے بہ پیشوائی حیدر شیرازہ گاہے وزیر دار و خزان شہر بودہ از مولانا عرفی بعضے مقامات علمی را طے نمودہ و کسب حقیات عالیہ نمودہ و خط نسخ را بقایات نیکوی نوشتہ و در موسیقی و ادوار بقدر وسیع و قوفیہ داشتہ و بہ صحبت شعرا میل پیدا می کردہ و بہ ہادی شعر و شاعری نہاد و چون پدشہر وزیر دار و خزانہ شہسخت شہری و عرفی را منظور داشتہ عرفی تخلص کردہ و اسم اصلی ایشان خواجہ سیدی محمد آقا

لہذا دیباچہ میں کے مقدمہ میں مولانا بلی سناست تھیں ملاحظہ ہو شعر العجم جلد سوم، صفحہ ۷، طبع چہارم ۱۹۱۷ء۔ دستیاب ہو چکا ہے اور دراقم المعروف کے عبد الباقی نہاوندی پر ایک مضمون کے ساتھ مولانا کے شاہکار بھی لکھے ہوئے ہیں۔  
کی حوالہ سے اس کی شہادت میں شائق ہوا ہے۔

دو سلسلہ ایشان زاد رو ولایت عاقد سے دہنزلے ہوئے و چون یک چند در دارالافاضل شیراز  
 میسر برد و اشعار آبدار از بحر طبع بر ساحل ظهور رسانید قدم در وادی تازہ گونی نہاد و استادی در ان  
 می طلبید۔ دریں اثنا میث آوازہ سخن سخن سخن و زمر نہ بختہ الی و حقیقت موزونان ایران و ہند  
 مولانا شیبلی مصفا می و نظیری نیشاپوری و یو کلی بیگ نقیسی و شریعت کاشمی، و کامی سبزواری کو بڈا  
 و میر نصرت محوی، و حق بن ہمدانی و دیگر مستعدان در دربارش سامعہ افزا و گشت و حقیقت تربیہ  
 نکتہ دانان در خدمت ایں سپہ سالار بہ اور سید، قصد بندگی و ملازمت نمود و اس وجود خود را بہ  
 ایں خلاصہ و دو مان ملی شگری زر خالص ساختن پائے ہمت در رکاب سعی و اجتہاد در آورد و بہ ہند  
 در آمد چند روز قبل ازاں کہ خود را بدان دارالعیار رساند بہ خدمت علامہ زمان و افضل فضلانے  
 نواب مغفران پناہ و رضوان جلے گاہ جنت آرام گاہ حکیم ابوالفتح گیلانی کہ از سقران بادشاہ ظل  
 اکبر بادشاہ ہندستان بود رسانید و در ایں زمان خواجہ حسین ثنائی و سید محمد نجفی و حیاتی گیلانی و بیہ  
 شعرا نامی کہ در خدمت مشا را الیہ می بودند دریافت و قدرت خود را بدیشان ظاہر ساخت و بہ  
 و مقبول بلع حکیم موسی الیہ دآن سخن سراپاں افتاد و شیخ ابوالفیض نقیسی . . . . . ب صحبت او میل یہ  
 طرز و روش تازہ کہ اخترع او بود استماع نمودہ پسندیدہ داشت و سنجیدہ دانست و بقدر رعایت  
 موسی الیہ یافتہ و بعد ازاں خود را بدر با فیض آثار صاحب دولے کہ در ہوائے بندگی او بسیار بودند رسانید  
 مستعدان آن بزم فیاض و شاگردی آں ذی شان مشرف شد . . . . . در بندگی ایشان دیگر ایام  
 ابیات عاشقانہ فارغانے میل نمودند و قدر افزائے فضل و تربت خود می بودند و قریب پیش ہزار بیت از  
 آبدار ایشان بہ بسجے کہ بہ راقم ظاہر نیست جمودہ ابتر شہ چنانچہ خود در بیت فرمودہ سہ

رصد شرح بہر چوں نہ شود محو کہ من شش ہزار آیت احکام بہر زبانتہ ام

دور ایام معاجت و ملازمت ایشان بہ ستورے معزز و مکرم بود کہ کوشش و تسلیمے کہ در ہندوستان

ملہ حوی کے ایک خط سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مجموعہ اشعار اس نے اپنے کسی دوست کو فارغیت سے دیا تھا جس سے  
 ہو گیا تھا، یہ خط قرنی کے دوسرے خطوط کے ساتھ جلد ہی شاہ کیا جا بیٹھا۔

محمول است کہ بہ بادشاہان واکابر و اعیان می کنند بہ بیچ کس نمی کرد در مجالس بر کس تقدیم می نموده و اہل زمانہ بہجت طبیعت حالی و ابیات ستغای تقدم اورا قبول داشتند۔ بقاییت بلند بہجت و عالی لغت بود و تا آنکہ بتاریخ نہ صد و نود و نہ ہجری رد و السلطنت لاہور در سن سی و شش سالگی متقاضی اجل بسا و عمرش در نود و ہجرت و عمرش از شانصار عالم قانی بہ گلستان جاودانی شناخت و بیچہ از مستعدان آشتا و البتہ بتاریخ آن خیرہ نگوی یافتہ و او در ہمیشہ ہر مدفن شدہ آخرا زنتیجایں بیت کہ در مدح سرائی سرور اولیا فرمودہ سے

بگادش مرثو از گور تا بخت بروم اگر بہ بہت در بہ خاکم کنند و گر بہت تار

مہر صابر صفتی نقش اورا بتاریخ سنہ ثمان و عشرین و الف تا لاہور بہ بخت اشرف نقل نموده در ارض مقدس مدفون ساخت و آرزوئے خاک برودہ مولانا را نیک بخت بر آوردہ و در ہنگام وداع ایں دار فناء سواد اشعار و افکار اہلکار بخار خود را بہ کتاب خانہ آن عالی شان فرستاد و التماس نمود و یہین بہجت توہ شاہوار ایں مضمار دانش و مرکز سخن دانی از پریشانی بیعیبت گرانید . . . . . و آن مسودات کہ تمامی بخط ایدان دانش پڑہ بودہ در کتاب خانہ عالی ایشان کہ مکتب خانہ اہل عرفان مست مدتے بود و بیچہ موانع و معیبت و التماس اورا و توفیق دانش و مرکز سخن دانی از پریشانی بیعیبت گرانید . . . . . و آن مسودات کہ تمامی بخط ایدان دانش پڑہ بودہ در کتاب خانہ عالی ایشان کہ مکتب خانہ اہل عرفان مست مدتے بود و بیچہ موانع و معیبت و التماس اورا و توفیق افتاختہ بود تا آنکہ بتاریخ ہزار و ہشت و چہار ہجری حقوق خدمت و مدای اویں مقدمہ مدار خاطر خط ایں سیدلا آورده و یہ معیبت آن سہیلار و انشوری عمل نموده بدان مسودات کہ ہر مصرعہ از اں ماد آسمان خلک معانی و خورشید جہان تاب جہان سخندان بود عیب و کنا و لطف اہلیت و استعداد محمد قاسم خلف خواہر محمد علی اصفہانی مشہور بہ سر اجاکہ از جملہ آدمی زادگان اصفہان است گلزار معانی و گلشن جاودانی ساختند . . . . . اگر چہ مولانا موسوی نے در ایام حیات خود طبعی از قصیدہ و غزل و رباعی ترتیب دادہ بود و ایں رباعی کہ اعادہ مصرعہ تاریخ با عدد و قصیدہ و ہجرت با عدد و غزل و مات بہ ابیات قطعہ و رباعی موافق است و در تاریخ نقل دیوان گفتہ سے

ایں طرف نکات سہری اجمازی چون گشت ہمکل بہ رستم پروازی

مجموعہ طرازدت در سہ پیش یافت اول دیوان عسری شیرازی

بیدار اختیار نمودن سفر آخرت میں مسافر عالم قدس یعنی اشارت متفرقہ ایشان را کہ در سخنان و مجہد ہما شد  
یعنی از استعداد بران افزودند چنانکہ قریب بہ ہشت ہزار بیت بہ نظر آمد چنانکہ سرا جا بہ این سعادت  
گشتہ امتثال امر فرمود و در عرض یک سال و نیم بعد از مشقت بسیار گلیانے مشق پر چارہ ہزار بیت  
و غزل در باغی و ضوی و قطعہ و ترکیب و ترجیح ترتیب داد و المعنی دین کاری بیضا نمود چرا کہ آن مسو  
در ہنگام مقابلہ و ترتیب گاہے سامعہ افروز را قلم گشت بغایت شوش و ابتہود . . . . .

۱۵۔ میخانہ ۱۔ عہد النبی فخر الزمانی نے یہ تذکرہ ۱۳۳۰ھ (مطابق ۱۹۱۱ء) میں شرف  
۱۳۳۰ھ (مطابق ۱۹۱۱ء) میں ختم کیا اور ابتداً اس میں اکثر ایسے شعراء کے حالات بیان کئے جنھوں  
ساقی نامے لکھے تھے لیکن بعد میں اس نے نہ صرف شعراء کے حالات میں اضافہ کیا بلکہ ان کے ساقی  
کے انتخاب کو بھی بڑھایا۔ عرقی کے حالات کے سلسلہ میں سیمانہ کی اہمیت صرف یہی نہیں ہے کہ اس  
عرقی کے عہد سے بہت ہی قریب گزرا ہے بلکہ اس اہمیت کا باعث یہ ہے کہ عہد النبی نے عرقی کے حا  
اس کے خاندان کے ایک فرد سے معلوم کر کے لکھے۔ ساتھ ہی ساتھ ہندوستان میں بھی عرقی کے حا  
کا عہد النبی کو اچھا موقع ملا کیونکہ یہاں بھی اسے ایسے لوگوں کی صحبت ملی جو صرف عرقی کے ہم عصر تھے بلکہ  
ذاتی طور سے واقع تھے۔ عہد النبی نے بھی عرقی کے حالات کافی شرح و بسط کے ساتھ تحریر کئے ہیں لیکن ان  
بیانات کوئی معاملات میں عہد الباقی نہا وندی کے بیانات سے مختلف ہیں اور باوجود اسکے کہ عہد النبی فخر  
بات کا مدعی ہے اسے عرقی کے حالات خود عرقی کے خالوشس الانام شیرازی سے معلوم جوئے پھر بھی وہ ک  
فقط ہیں اور عرقی کی زندگی کے چند پہلوؤں کے متعلق فقط نہیں پیدا کرنے کا باعث ہیں۔ عہد النبی ف  
کے بیان کے حسب ذیل اقیاس قابل غور ہیں۔

۱۔ شاہ جاز بلند پر از گلشن بخت پر دازی سلطانا عرقی شیرازی اخص الضما و اخص الشعر لے عصر خود  
اشعار او بہر خوش لفظ و معانی واقع شد۔ در شیوہ استعارہ کردن ممتاز و در فن نازگونی بے انبار اس  
بطرف کما صاف منظومات امثال و اقراں خود بر طاق نمایاں تہا وہ در عروس مصنفین را از لباس لقا

۱۔ میخانہ (لاہور ایڈیشن) ۱۹۱۱ء و ۱۹۱۲ء (پران ایڈیشن) ۱۹۱۳ء ص ۲۰۵ تا ۲۲۴۔

نیت و آرائش دیگر دادہ دین جز زبان کسے بروش او بہ از و حرف نمی تواند زد . . . . . تحقیق پیوستہ کہ  
 آن مطلع دیوان بکھتہ پردازی در ایام حیات خود دیوانے ترتیب نہ دادہ فاہ بعد از فوت او یکے از دوستان  
 یک جمعیتی او ایس دیوانی کہ الحال در میان مردم است مرتب ساخته است و عدد ابیات آن بھی از تصحیح و  
 غزل و شغوی وغیرہ بہ دوازده ہزار و پانصد بیت است و شش ہزار بیت دیگر از ابیات مرغوب غزل و  
 آب افتاد . . . . . حقیقت حال آن ہندلیب گلستان نکستہ پردازی از خالصے او شمس اللامام شیرازی  
 استعارہ منورہ درین اوراق پریشانی تحریر نمود۔ اما چوں ایس ضعیف نال حال آن طولی شکر مقل از دستفرا نمود  
 گفت نام پدہ عرفی خواجہ بلوی شیرازیست و مولد خودش نیز در آن جا واقع شدہ و ایس خواجہ بلوی در شہر لاکور در  
 دفتر خانہ بلے شاہی بہ شغلہ از اشغال حکام آن جا اشتغال داشت و نام پسرش محمد حسین بود در صغر سن درین  
 مردم بمولانا مصیدی طعقہ گریہ دور اول جوانی بہ وادی شکر گفتن افتاد و ہر چہ از دوسری زد قلی از تہ تبہ بود۔  
 یاران اہل شیراز با و عرفی تخلص دادند و سبب بر آمدن او از شیراز ازین رہگذاست کہ در سن چہارہ و پانزہ  
 سن او قبول تمام عیاری بہم رسانیدہ بود و آبلہ بخشید۔ چون سال عمرش بابت رسید آبلہ سرتاری بر آمد۔ بعد از  
 انقضاء استاد و استخلاص آن مرض قیصریہ در چہرہ او بہم رسیدہ چنانکہ ہر کس کہ او را دید از دستخیزی کرد و مولوی  
 ازین مقدمہ بہ فائز آمدہ و در بہم بود بہ خاطر نمی رسانید کہ حج

چنان نماز و چینی نیز بہم نخواہد ماند

از خروج جلی کہ ہشت بنا بر آن از وطن خروج کردہ بہ ہندوستان کہ خانہ نشو و نما بکھتہ سبحان و دارالعیان زندگانی  
 است آمد و بہ بنیاد خاصیت افلاطون ثانی حکیم ابوالفتح گیلانی . . . . . مستعد گدہ۔ از فیض تربیت آن صاحب  
 عیار دانش از حصص سہتی بہ مقام اوج بلندی رسید . . . . . چون میان حکیم مذکور و نواب سپہ سالار  
 خان خانان افلاص و اتحاد روز بروز در تناید و تعاضف بود بہ عرفی فرمود تا تصدیق فرمائے در مدح خان سپہ سالار  
 منظوم ساخته بران ملک فرستاد . . . . . برائے امور بزرگ مندان روشن ضمیر و مضامین ان دانشمندان  
 مبرین است کہ مولانا عرفی در حج عیبے بغیرانہ بی ادبی نداشتہ چنانچہ حضرت شیخ نامی گرامی شیخ نظامی را بیدادی نمودہ  
 و خصال ایشان را بہ نظر نمی آورد و بہ آن ہمدانش ایس بے ادبھی بجائے آندہ آرسے غرور و غفلت اور انہیں

یعنی غافل کردہ بود کہ

تعمیرت برجلئے بزرگیاں نخواست زدی بختانات

و نسبت یہ اکابر برہانندہ بدستان کے حوصلگی نہا پد کر کہ تمہارا آن در سرے ماقتبی می آورد تا در از خود انچه دید  
کہ تہوہر سبش بہ چہل نہ رسیدہ بود کہ در لاہور دکن اشین والفت عالم خانی ولے عاقبانہ دولع کرد۔ مفسرے از  
موز با تہترین از وزارت پناہ عزت و معانی دستگاہ میرزا نظام قزوینی کہ بخشی و دیوان والیش کشمیر بود شنیدم کہ  
گفت، در وقتے کہ خبر بیماری تفرقی بہ صبح مبارک جمہا، انجم سپاہ، جلال الملکین اکبر بادشاہ رسید بن حکم فرمود تا من  
بہالین اور رفتہ آل احوالہش اطلاع یابم و حقیقت مردن و زلیتن اور ابد از لحاظ بعضی مسائل میں نزد یک اب  
شدم دیدم کہ کار بردشوار شدہ و نفسش بہ شمارہ افتادہ۔ پرسیدم کہ چہ حال داری۔ جواب داد کہ کش و پچ، ہر چیز  
ازو پرسیدم میں جواب گفت..... بر لئے انور ارباب ہنر پوشیدہ نما ند کہ یہ حکم تحریر بہ تحقیق  
پیوست کہ ملک الشعراء خراسان مرزا صہبسی در سہ ہزار ولست و بہفت شخصے از ہرات بہ لاہور فرستادہ بود  
کہ استخوان مولوی مقفور را بشہدہ مقدس برند۔ وہ روز قبل از ان کہ کس مرزا صہبسی بہ لاہور رسد، میر صاحب را صفحانی  
کہ یکے از اربابان امین نجستہ فرجام است استخوان عرقی را بہ بخت اشرف ردا ن ساختہ بود۔

۱۶۔ نظم گزیدہ۔ تاظم تبریزی کی یہ تصنیف بھی عرقی کے انتقال کے متعلق ہے ہی عرصہ کے بعد لکھی گئی اور  
اسکے مصنف کو بھی اسکا موقع تھا کہ عرقی کے متعلق ان لوگوں سے حالات معلوم کر لیتا جو عرقی کے ہم عصر تھے اور  
جنہوں نے اسے دیکھا تھا لیکن تاظم نے بھی وہیں نے عرقی کے کلام کا انتخاب میں سفوں میں دیکھے عرقی کی  
زندگی کے متعلق صرف چند سطور لکھی ہیں۔ جو بالکل ہی ناکافی ہونے کے باوجود دلچسپ ہیں اس لئے کہ تاظم نے  
دعویٰ کیا ہے کہ اس نے خود کیا ت عرقی مرتب کیا چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ یہ عرقی شیرازی یکہ تا زیدان بلاغت  
و شہسوار شمار نصابت بود۔..... یعنی نما ند کہ در بین نزع مسودات اشعار خود یہ یکے از  
خادمان خود سپردہ از ان نزع (کذا) ان ہر دگیان مجملہ فکر رکھی کتاب خانہ مستعد بود۔ یکے دیوان اول

۱۶۔ نظم گزیدہ، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۵۷ء

مشاورانہ کہ کمالی شہرت داشت تا دوسرے ہزار دسی دسہ خان خانان شخصے رایان امریگر یکدگر کن جو امریگر  
 مادہ سلگ ترتیب منظم سازد۔ اتفاقاً اس شخص مسودات را بمہ داشتہ بسبب آنرگی کہ انخان خانان داشت  
 فراخ بود۔ قیود بندرغا اورادیدہ مسودات عرفی را خواہ نخواہ از دگر تہ ترتیب دادہ جمع نمود تمامی اشعار را  
 پانزدہ ہزار بیت باشد۔ و در لاہور دوسرے ہزار دسہ و نہ دوسرے سی و شش ساگی وفات یافتہ و یکے  
 از مستحلان تاریخ آن قضیہ "استاد البشیر" یافتہ دوسرے ہزار و بیست و ہفت بر مقتضائے شوق کہ اہلکار در ان  
 بیت مشہور کردہ بود بخش اوزاد را من بخت اشرف مدفون ساختند و رونق بہرانی از بہت این مسودات تاریخی  
 نقل کرد کہ مہر و تاریخ نجفی مذکور ح

"بکاوشی مرہ از بہن را بخت آمد"

مندرجہ بالا تذکرے اور تاریخیں عرفی کی حیات، اس کے کلام اور اسکے کلیات کے متعلق اہم ترین ذیل  
 ہیں لیکن ان کے علاوہ بھی نیا نیا بعد میں تصنیف شدہ جن کتابوں میں عرفی کے حالات پائے جاتے ہیں ان کی تعداد بھی  
 خاصی ہے لیکن جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، ان تذکروں میں بیان ہونے والے حالات *Second Hand* *impressions*  
 کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں رقم شدہ حالات مذکورہ بالا تصانیف میں سے کسی ایک یا کئی میں سے اخذ  
 کئے گئے ہوں۔ اس لحاظ سے وہی کے حالات کے مدلل بیان پر اتنا اہم نہیں کیا جاسکتا جتنا کہ مذکورہ بالا تذکروں یا کتابوں پر کیا  
 جاسکتا ہے۔ پھر بھی ان تذکروں میں کچھ نہ کچھ ایسی باتیں نکل آتی ہیں جن سے عرفی کی زندگی اور فن پر روشنی پڑتی ہو اور اگر ان کا  
 وقتی کچھ حصہ تذکرہ نگاروں کے میانوں کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے تو اچھی خاصی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان تذکروں  
 و تاریخ میں اہم حسب ذیل ہیں جن سے حالات عرفی مرتب کرنے میں مدد ملی گئی ہے۔

۱- اقبال نامہ جہاں گیلوی۔ مصنف محمد شریف محمد خاں (متوفی ۱۳۱۰ھ)

۲- طبقات شاہجہانی۔ مصنف صادق بہدانی، ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳۳۳ء

۳- مہم صادق۔ مصنف مرزا محمد صادق مصطفیٰ تصنیف از ۱۳۱۰ھ تا ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳۳۳ء

۴- صرافۃ الخیال۔ مصنف شیر خان لودی سنہ اختتام ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳۳۳ء

۵- کلیات الشعراء۔ مصنف محمد افضل ہرغوش سنہ اختتام ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳۳۳ء لیکن اس تذکرہ میں ۱۳۱۰ھ

مطابق ۱۹۹۰ء کو تک کے حالات درج ہیں۔

۶- مرآة العالم - مصنف بختیار خان دیبا سہارنوی تکمیل ۱۵۷۶ء مطابق ۱۶۶۷ء

۷- ہمیشہ بہار - مصنف کسب چنڈا خلاص سنہ اختتام ۱۳۳۳ء مطابق ۱۶۲۳ء

۸- سفینہ خوشگو - مصنف نیر اربن خوشگوزمانہ تصنیف از ۱۳۳۵ء تا ۱۳۴۱ء مطابق

تا ۱۳۳۵ء

۹- مرآة اقطاب نما - مصنف شاہنواز خان -

۱۰- مید بیہنا - مصنف علامہ غلام علی آزاد بلگرامی زمانہ تصنیف ۱۱۳۵ء مطابق ۱۶۲۳ء

۱۱۳۵ء مطابق ۱۶۲۵ء - ۱۶۳۱ء

۱۱- بہارستان سخن - مصنف شاہنواز خان ناکل در ۱۱۳۵ء مطابق ۱۶۲۵ء تکمیل کردہ

در ۱۱۳۵ء مطابق ۱۶۲۵ء

۱۲- ریاض الشعر - مصنف علی قلی خان والد افغانی سنہ اختتام ۱۱۶۱ء مطابق ۱۶۵۱ء

۱۳- تذکرہ حسین دوست - مصنف حسین دوست سنہ تکمیل ۱۱۶۱ء مطابق ۱۶۵۱ء

۱۴- صحیفہ ابراہیم - مصنف علی ابراہیم خان خلیل سنہ اختتام ۱۱۶۵ء مطابق ۱۶۵۵ء

۱۵- خلاصۃ الکلاہر - مصنف علی ابراہیم خان خلیل سنہ اختتام ۱۱۶۵ء مطابق ۱۶۵۵ء

۱۶- مجمع النقائق - مصنف سراج الدین علی خان آرزو اختتام در ۱۱۶۳ء مطابق ۱۶۵۳ء

۱۷- خزانہ عامرہ - مصنف غلام علی آزاد بلگرامی اختتام در ۱۱۶۳ء مطابق ۱۶۵۳ء

۱۸- انشکدہ - مصنف لطف علی بیگ آفدہ ابتداء ۱۱۶۳ء مطابق ۱۶۵۳ء

۱۹- جام جہاں نما - مصنف قدرت اللہ شوقی تصنیف از ۱۱۶۱-۹۹ء مطابق ۱۶۵۱-۸۵ء

۲۰- تکمیلہ الشعر - مصنف قدرت اللہ شوقی ابتداء ۱۱۶۹ء مطابق ۱۶۵۹ء

۲۱- منتخب اللباب - مصنف محمد یاشم خانی خاں سنہ تکمیل تقریباً ۱۱۶۳ء مطابق ۱۶۵۳ء

۲۲- خلاصۃ الافکار - مصنف ابوطالب تبریزی سنہ تکمیل ۱۱۶۵ء مطابق ۱۶۵۵ء



- ۲۲- مخزن الغرائب - مصنف احمد علی ہاشمی سندیلوی اختتام در ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء تا ۱۸۰۴ء
- ۲۳- نشرہ شوق - مصنف حسین قلی خان عاشقی عظیم آبادی تصنیف در ۱۲۲۳ھ تا ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۰۹ء تا ۱۸۱۵ء
- ۲۵- تذکرہ کاتب - مصنف مرزا محمد علی کاتب صفوی اختتام در ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء
- ۳۱- نتائج الافکار - مصنف قدرت اللہ خان گویا موی اختتام ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء
- ۳۴- مجمع الفصحی - مصنف رضا قلی خان ہدایت نیکل در ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۴۳ء
- ۳۸- شمع الجنان - مصنف نواب صدیق حسن خان نیکل در ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۴۳ء
- ۲۹- بستان بیخیزان - مصنف فضل علی خان نیکل در ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۹۰ء
- ۳۰- تذکرہ شمس العاضیہ - مصنف حیدر علی خان سہیل
- ۳۱- ہفت آسمان - مصنف آغا احمد علی
- ۳۲- شعر و شاعری عربی - مصنف آغا احمد علی
- ۳۳- ریاض الافکار - مصنف میر وزیر علی جہتی نیکل در ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۶ء
- ۳۴- دیخانہ الادب - مصنف محمد علی تبریزی
- ۳۵- گنج سخن - مصنف ذاکر بیچ اللہ صفا
- ۳۶- شعر الجہد - مصنف مولانا شبلی نعمانی
- ۳۷- نگارستانی سخن - مصنف مولانا محمد حسین آزاد
- ۳۸- A Literary History of Persia By Dr. E. C. Brown
- ۳۹- صنادید مجملہ - مصنف مولانا سہدی حسین ناصری
- ۴۰- شعر الجہم فی اللہ - مصنف شیخ اکرام الحق
- ۴۱- شرح قصائد عربی - مصنف عوفیہ زکریا مسرت (نیکل ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۶ء)
- ۴۲- تالیف احادیث ایوان - مصنف رضا زادہ شوق

۲۳۳۔ تاریخ آزاد بیات ایران۔ مصنفہ سلیم بیگ۔

عرفی کے آباؤ اجداد کے متعلق بہت سی کم حالات ملے ہیں۔ اس کے ہم عصر و عہد مابعد کے سے صرف چند نے اس سلسلہ میں روشنی ڈالی ہے لیکن وہ بھی اس کے دادا کے حالات کے آگے نفی اوحدی جیسے ایران میں عرفی کے ساتھ اتنا تقرب حاصل تھا کہ لوگ انکی دوستی پر رشک کرتے تھے عرفی کے دادا کا نام جمال الدین سیدی شیرازی مشہور پخواہ چادر باف تھا۔ اسی عہد کے دوسرے مثلاً نقی عاشقی، امین مازی، عہد الباقی نہادندی اور عبدالمجیب وغیرہ اس سلسلہ میں خاموش ہیں اس بات کی گواہی ضرور دیتے ہیں کہ عرفی ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا تھا چنانچہ آثار سنجی ہیں کہ "از غایت علو نسب و سمو نسب و اشتہار از حدت ما و احان و وصف و اصقان مستغنی ملت" کلیات عرفی میں اس کی مزاحمت یوں کرتے ہیں کہ سلسلہ ایساں ماور و ولایت فارس قدسے عہد مابعد کے مصنفین میں صرف عبدالرحمن خاں (مخاطب بر شاہنواز خاں)، سرراج الدین علی علی ابراہیم ظلیل، محمد علی تبریزی اور علی قلی خاں عاشقی نے عرفی کے اجداد کا ذکر کیا ہے۔ ان میں چاروں مصنفین غالباً نقی اوحدی کے بیان کے پیش نظر عرفی کے دادا کا نام جمال الدین سیدی خواہ چادر باف بتاتے ہیں لیکن علی قلی خاں عاشقی نے نشر عشق میں عرفی کے دادا کا نام کہاں الیہ چادر باف لکھا ہے اور اس کے بزرگوں کو اکابرین شیراز میں شمار کیا ہے (آبا و جد از زو سا، دار شیراز بود) نقی اوحدی کے بیان اور شاہنواز خاں، سرراج الدین علی آرزو، علی ابراہیم ظلیل وغیرہ کے بعد عاشقی کے قول کا وزن بہت کم رہ جاتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ عرفی کے جمال الدین سیدی ہی تھا اگرچہ خود عرفی بھی جمال الدین ہی کے لقب سے مشہور تھا اور وہ

طبع آذربائی، مطبوعہ گلکند، جلد سوم، صفحہ ۲۹۲

یہ اس سلسلہ میں تینجاں (در تہ اجداد محمدیین معانی، مطبوعہ طهران در ۱۳۳۱ شمسی) کے صفحہ ۱۹۱ کی حسب ذیل عبارت "نقی اوحدی در تہذیب و تہذیب طریقی شیرازی متوفی در ۱۱۹۹ھ می نویسد . . . در چہ مولانا عرفی لغتہ، چہ نام عرفی عرفی سیدی بود ہد شاہ رازین الدین بلوی گفتند و پدر زین الدین باز جمال الدین سیدی نام داشتہ"

پیشہ کی وجہ سے خواجہ چادر بان کے لقب سے مشہور تھے، جہاں تک خود عرفی کے بیان کا تعلق ہے اسے اپنے اجلا میں کسی کا بھی کہیں نام نہیں لیا ہے اگرچہ اس نے اپنی نجابت کے متعلق کئی قصیدوں میں اشارہ کیا ہے مثلاً اپنے مشہور قصیدہ تنقید میں کہتا ہے کہ

از وقت دنیا الم آشوب نہ گروم      زیر باد پریشاں نمک زلف الم را  
 فقرم بہ سیاست کشدار سزیمت      در چشم وجود ار نہ وہم جائے عدم را  
 بے برگی سن داغ نہد بر دل سامان      بے جہری سن زرد کند روئے درم را  
 این جوہر ذات از شرف نسبت آبا      سودا ست بہ این دُر اگرچہ سیم را  
 ہر چند کہ در کشکش جاہ و مناسب      گنہام نمود ہمسہ دودہ وہم را  
 از نقش و نگار در دیوار شکستہ      آثار... پدید است صنادید جہم را  
 تا گوہر آدم نسیم باز نہ استد      ز آبا ئے خود ار بشمرم اصحاب کرم را  
 یا حکیم ابو الفخ کی مدح میں اپنے ایک قصیدہ میں کہتا ہے کہ

بگویم از گہر خویش گرچہ بے ادبی ست      کہ در حضور ہنسا سر کم ستائش خاد  
 زد و دمان اصیلم چیں گواہم بس      کہ شرم این خشم خوئے زچہ بیرون داد  
 مراد کہ بنا زم بہ نسبت آبا      چنانکہ تا بہ قیامت بہ طبع من اولاد

اور حکیم مذکور ہی کی مدح میں ایک دوسرے قصیدہ میں خود یہ کہتا ہے کہ

بہر اصل و نسب خویش نوید بیرون      ہرچہ خواہد ز نسب نامہ آریا بس دول  
 دارد از عزت اصل گہر و ذلت شعر      پائے در تحت شری دست در آغوش زل  
 عزت او نہ شہیدیت کہ حشرش باشد      ورنہ بگریستی از ستم مدح و غزل  
 اگر او نامزد تنگ شد از لذت شر      شعر از عزت او نیک بر آید ز ذل

عرفی کی اسی عالی خانہ دانی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے نام کے ایک جز "سیدی" کی وجہ سے بعض تذکرہ نگاروں مثلاً لطف علی بیگ آذر، محمد قدرت اللہ گوباسوی، بندرا بن فوکل و غیرہ

کو اشتباہ ہو گیا ہے کہ عرفی سید تھا اگرچہ حقیقت یہ نہیں ہے اور صحیحاً نہ میں اس کی مراد ہے کہ عرفی سید تھا۔ لہذا اب سید صدیق حسن خاں نے اپنے تذکرہ شمع الجہن میں عرفی کا نام شیخ بنام ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں عرفی شیخ تھا اور حقیقت۔۔۔ بھی یہی معلوم ہوتی خواجہ کا لقب اگرچہ اعزازی ہے لیکن وہ کچھ خاص شیوخ خاندان میں خصوصاً آجنگ استم اور عبد عرفی سے قبل بھی استعمال ہوتا تھا۔

عرفی کے والد کے متعلق کچھ زیادہ تفصیلات ملتی ہیں۔ معاصرین عرفی میں صرف تقی عبدالباقی نماوندی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ تقی اوصی ان کا نام زین الدین علی بوی بن جواد مشہور بہ قواچہ چادر بان بتاتے ہیں اور عبدالباقی نے دیباچہ کلیات عرفی میں ان کا نام خواجہ بوی تحریر کیا ہے اور انھیں تذکرہ کشکاروں کے ایک دوسرے معاصر عبداللہبی نے ان کا نام بوی لکھا ہے۔ مجدد باعد کے تذکرہ نگاروں میں سے بھی زیادہ تر عرفی کے والد کے نام کے ہیں اور صرف چند ہی مورخین نے اس سلسلہ میں کچھ تحریر کیا ہے۔ سرسرا اللہ دین پٹیل آرتو میں اور علی ابراہیم خلیل نے خلاصۃ الکلام اور مصحف ابراہیم میں تقی اوصی اور عبدالباقی سے اتنا عرفی کے والد کا نام زین الدین علی بوی لکھا ہے لیکن قدرت اللہ شوقی کھلا الشعر میں ان کا بتانے کے ساتھ ساتھ مشہور بہ چادر بان بھی لکھتے ہیں۔ جس میں علی خاں ماشقی نے بھی ان کا نام زین الدین علی بوی لکھا ہے۔ اپنی تعنیف تاریخ پٹھری میں عرفی کے والد کا نام زین الدین علی

لہذا علامہ بویچہ زاد سلطوہ طرآن درستیہ شمس کے صفحہ ۱۰۷ کا حسب ذیل عبارت: سید محمد رفیع عرفی  
 و سید محمد خواجہ اب است زیرا کہ عرفی سید بنوہ و بیٹے از مشاہیر و معاصرین از گھر سیدی بہ اشتباہ افتادہ سید محمد  
 آقا سید محمد علی دہلی الاسلام سابق پر و فسر نظام کالج حیدرآباد نے اپنی تصنیف شعر و شاعری عرفی کے  
 الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ . . . لفظ سیدتی جزو اسم است و بہ معنی سید سلطوی نسبت۔ عرفی سید بنوہ  
 بہ طاعرفی بود۔ . . . و اگر اوسید بودے بدش سید زین الدین می قدرت جو اب زین الدین۔ . . .  
 فارسی لفظ سیدتی مذکور اور اس سید سلطوی نوشتہ کہ غلط است . . . . .

سچ میں سن ۱۸۵۷ء میں بلوچیوں نے شہرہ امانیہ میں عرقی کو پھر خواجہ بلوچ کے ہیں اور عرقی نے مرت سے اس نام کی شکل بگاڑ کر خواجہ بلوچ کر دی ہے۔ مذکورہ بالا تذکرہ نگاروں کے بیان سے یہ چہنیت ہے کہ عرقی کے والد کا نام خواجہ زین الدین علی بلوچی تھا اگرچہ اس نام کے آخری جز (علی بلوچی) کی شکل کچھ تذکرہ نگاروں نے بگاڑ دی ہے۔ ان تمام تذکرہ نگاروں کے برخلاف مجدد جدید کے دو نہایت ہی اہم مصنفین نے عرقی کے والد کا نام کچھ اور ہی بتایا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر براؤن نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں *History of Sindh* پر مشتمل حصہ ۱۱ میں ان کا نام بدر الدین لکھا ہے اور یہی غلطی ڈاکٹر ریچ انڈرسن نے اپنے تذکرہ گج سمن میں اور ڈاکٹر رضا زادہ شفق نے اپنی تاریخ لوہیات ایران میں دہرائی ہے۔ مجدد جدید کے تیسرے مؤرخ مولانا شبلی اس نام کو زین الدین علی بلوچی کے بجائے زین الدین بلوچی تحریر کرتے ہیں جو یقیناً غلط ہے۔ خواجہ زین الدین علی بلوچی بقول مجدد البانی نہاد ہندی وزیر داروغہ تھے بلکہ وہ مجدد البانی کے اس قول کی تصدیق عبدالغنی طرازانی نے بھی کی ہے جو سیف خانہ میں لکھا ہے کہ وہیں خواجہ بلوچی در شہر مذکورہ دفتر خانہ پلٹے شاہی پر شغلہ از اشغال حکام اہمجا اشغالہ داشت۔

عرقی کے وطن کے متعلق نہ صرف یہ کہ تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ وہ شیراز کا رہنے والا تھا بلکہ عرقی نے خود متعدد موقعوں پر اپنے شیرازی ہونے پر فخر بھی کیا ہے مثلاً

نازش مستدی پر شست خاک شیراز چو بود گرمی دانست باشد مولود و طبلے من

اعتبار صدق از نسبت و راست و لے انوری گر بود از جہنہ منم از شیراز

حکیم در سخن اینک حدیثم خاشعے گوید کہ اولاد لون بود عرقی و شیراز است یوناش

شیراز کہ ریلے معنی گہراست یکجا گہرش عرقی صاحب نظر است

ز بسکہ لعل فشاندم بہ نرزد اہل قیاس یکست نسبت شیرازی و پرخشانی

اس سلسلہ میں سید صدیق حسین خاں اہمیل دہلوی نے مذکورہ شہرہ امانیہ میں کچھ تھوڑا اور اضافہ

کیا ہے اور ان کے بقول وہ شیراز کے ایک محلہ کوچہ سمٹویہ کا رہنے والا تھا۔ انہوں نے پہلے اپنے اس بیان کے ثبوت میں کسی سند پر ترمذی کا حوالہ نہیں دیا ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پہلے کی اطلاع کا ذریعہ کیا تھا اور وہ کس حد تک قابل یقین تھا۔

عربی کے سہ پیدائش کے متعلق بھی کسی تذکرہ میں کچھ ذکر نہیں ہے حتیٰ کہ محمد الباقی ہماوندی نے بھی اس اور قتی اودھی تک اس معاملہ میں خاموش ہیں۔ یہ بات البتہ طے شدہ ہے کہ عربی کا انتقال ۱۸ جولائی ۱۱۱۱ء میں ہوا۔ اور اس وقت اس کی عمر محمد الباقی کے بقول چالیس سال سے کچھ کم بھی تھی اس لحاظ سے عربی کی پیدائش ۹۶۷ء یا ۹۶۸ء میں معلوم ہوتی ہے۔ یعنی اودھی کے بیان کی رو سے بھی یہی سہ پیدائش صحیح ہے۔ عربی کے نام کے متعلق بھی تذکرہ نگاروں میں اختلاف ہے۔ علاء الدین کا تھی اور قتی کا شیخ صفی نے عربی کے حالات خود اس کی زندگی ہی میں لکھے اس کے نام کے متعلق خاموش ہیں۔ ابو الفضل بزاز نے قطام الدین جبین ہندوستان میں عربی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا وہ بھی اس کے نام پر روشنی نہیں ڈالتے۔ ابن احمد رازی جس نے ہفت اقلیم عربی کے انتقال کے صرف تین سال بعد لکھی ہے تاہم تبریزی جو کلیات عربی کے مرتب ہونے کا مدعی ہے وہ بھی اس کے نام کے سلسلے میں خاموش ہیں حتیٰ کہ خود عربی نے اپنی نظم نثر میں کہیں ایک مرتبہ بھی اپنا اصلی نام نہیں لیا ہے۔ اس کے ہم عصر تذکرہ نگاروں میں صرف قتی اودھی، عبد الباقی فرزانہ اور عبد الباقی ہماوندی نے اس کے نام کا ذکر کیا ہے لیکن ان تینوں کے بیانات میں آپس میں اختلافات ہیں۔ قتی اودھی اس کا نام جمال الدین سیدی لکھتا ہے عبد الباقی نے تذکرہ شہداء ائمہ مخلصین میں آزاد لائبریری، علی گڑھ، ذکر مولانا عربی۔

تذکرہ تاریخی ماصوفی ۲۰۸ نمبر میں عربی کے انتقال کی تاریخ ۱۸ جولائی ۱۱۱۱ء (مطابق ۱۱ جولائی ۱۱۱۱ء) بتائی ہے۔  
(دیکھئے اکبر نامہ، لکھتہ انڈین میوزیم، صفحہ ۵۰۰)

علاء الدین نے یہ ایک دو سو ستتر تک میں عربی کی عمر انتقال کے وقت چھتیس سال، ۷۰ ہے لیکن محمد الباقی کے بقول انتقال کے وقت عربی کی عمر چالیس سال کے قریب تھی قتی اودھی کے بیان سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انتقال کے وقت عربی کی عمر تیس سال یا اس سے کچھ زیادہ ہوگی۔ انتقال کے وقت عربی کی عمر سے متعلق آئندہ صفحات میں تفصیل پیش کی گئی ہے۔

نے سماح محرری اور رواج کلیات عرفی دونوں میں اس کا نام خواجہ سیدی محمد لکھا ہے۔ جدائیس قرنی عرفی کا نام محمد حسین بتاتا ہے اور کتاب کے مصنفین میں اسے مولانا صدیق کہا جاتا تھا۔ جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ حالت عرفی کے سلسلے میں ان تینوں مصنفین کے بیانات کو بہت اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ ان تینوں کے حالات عرفی معلوم کرنے کے ذرائع بہت مستند تھے۔ بقی اوصد خود عرفی کے ساتھ زندگی بسر کچا تھا۔ عبدالباقی کو حالت عرفی خان خانان سے معلوم کرنے کا موقع تھا اور محمد اللہ نے حالات خود عرفی کے خالو سے معلوم کئے تھے۔ ان حالات میں یہ فصل کرنا دشوار ہے کہ کس کا بیان زیادہ صحیح ہے۔ بعد کے تذکرہ نگاروں میں بغا سہا نوری (مصنف مرآة العالم)، افضل سرخوش (مصنف کلمات الشعراء)، شیر علی خاں لودی (مصنف مرآة الغیال)، اصدق ہمدانی (مصنف طبقات شاہجہانی)، میر غلام علی آزاد گلگامی (مصنف یاد بیضا و خزا)، ظاہرہ امین دوست (مصنف تذکرہ امین دوست)، آقا احمد علی (مصنف ہفت آسمان)، مرزا محمد شریف سمندر علی (مصنف قیانار)، جہانگیری محمد حسین خان ہستیل (مصنف تذکرہ شعراء افاضیہ)، فضل علی خاں (مصنف بستان بیہ خزان)، مرزا محمد صادق (مصنف صحیح صادق)، بوقیر عرفی کے نام کے متعلق بالکل خاموش ہیں جن دوسرے تذکرہ نگاروں نے اس ضمن میں ظلم اٹھایا ہے۔ انھوں نے بقی اوصد خود عرفی یا عبدالباقی نہاد ندی کے پیش کردہ ناموں کو یا تو بغینہ اختیار کیا ہے یا ان میں کچھ تعریف کیا ہے۔ چنانچہ نطف علی بیگ آذر (مصنف آتشکدہ)، قدرت اللہ حسان گویا موی (مصنف تاریخ الالکھان)، رضا علی خاں پرایت (مصنف مجمع العصما)، بندرا ابن خوش گو (مصنف سینہ خوشگو)، میر وزیر علی عربی (صاحب ریاض الافکار)، یوسف شیرازی (مؤلف پہرست)، کاتب خانہ جنس شوری علی نے اس کا نام سید محمد لکھا ہے۔ جب کہ علی علی خاں والد صاحب ریاض مشعورا، احمد علی باشمی (مصنف مخزن المعرا)، حسین علی خاں عاشق عظیم آبادی (صاحب نشر عشق)، محمد رشید شوق (مصنف نکح الشعراء)، ابوالفتح سید صفوی (مصنف تذکرہ کاتب)، محمد الرحمن ساہنہ حسان (مصنف مرآة آفتاب)، نا، ابوطالب بیرزی، صفہانی (صاحب خلاصۃ الالکار)، علی ابراہیم فطیل (مصنف صحیح ابراہیم و خلاصہ الکلام)، اور ذیح الذہن صفاد (مصنف کج سخن) نے اس کا نام جمال الدین لکھا ہے۔ ان تذکرہ نگاروں کے علاوہ خان آندو اس کا نام جمال الدین سیدی لکھتے ہیں۔ نواب صدیق حسن شیخ پہن

میں سے شیخ جمال الدین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن چند اصناف تذکرہ و سہ مشہور بہاد میں اسے خواجہ سیدی کہتے ہیں۔ بعض رنے مسرت اپنی شرح قصائد عرفی میں اس کا نام خواجہ سید بتاتے ہیں۔ محمد علی تبریزی اپنی تصنیف دیوانہ الادب میں اسے صرف مولانا محمد کے نام سے یاد کرتے ہیں ڈاکٹر براؤن نے اس کا نام جمال الدین محمد بتایا ہے۔ رضا زادہ شفق بھی اسے جمال الدین محمد کے نام سے موسوم کرتے ہیں جبکہ مولانا محمد سین آزاد کا رشتہ ان میں اس کا نام محمد جمال الدین بتاتے ہیں اور غلام حسین خواجہ بری نے اپنے مرتب کردہ کلیات عرفی میں اس کا نام سید جمال الدین لکھا ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا شبلی نے اس کے نام کے خاص اجزا (محمد اور جمال الدین) کو یکجا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا نام محمد اور لقب جمال الدین تھا۔ محمد علی دہلی الاسلام بھی اس معاملہ میں شبلی کے ہمنوا ہیں اور اپنی تالیف شعرو شاعری عرفی میں انھوں نے عرفی کا اصل نام خواجہ بری لکھا اور اس کا لقب جمال الدین بتایا ہے اور اسکی وضاحت یوں کی ہے کہ اس زمانہ میں ایران میں لقب اختیار کرنے کا عام رواج تھا چنانچہ عرفی کا لقب جمال الدین پڑ گیا۔ دہلی الاسلام کی اصل عبارت عربی ہے: "اسم خواجہ سیدی محمد و لقب جمال الدین است۔ آن وقت در ایران رسم بود کہ علاوہ بر اسم لقب ہم بر نام مولود حسین ہی کو نہ لے بعد ترک شد۔۔۔" دہلی الاسلام کے اس بیان کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عبد الباقی نہاوندی اور قسری اوصی اور کچھ حد تک عبد الباقی قرظانی بھی اپنے بیانات میں کسی غلطی کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں اور عبد الباقی نے صحیح لکھا ہے کہ عرفی کا نام خواجہ سیدی محمد تھا لیکن قسری اوصی نے اسے اسکے مشہور لقب جمال الدین سے یوں کیا ہے۔ شامل اپنے اصل نام خواجہ سیدی محمد کے بجائے اپنے معروف لقب جمال الدین سے مشہور ہوا اور کیونکہ اسکا اصلی نام (خواجہ سیدی محمد) کا جز سیدی بھی تھا اس لئے لوگوں نے جمال الدین کے ساتھ "سیدی" بھی لکھنا شروع کر دیا اور رفتہ رفتہ زمانہ مابعد میں کچھ تذکرہ نگاروں نے سیدی کو سید میں تبدیل کر دیا حالانکہ جیسا پہلے کہا جا چکا ہے عرفی سید نہ تھا۔ یہ بات پانچ پختن کو پہنچ جاتی ہے کہ عرفی کا اصل نام خواجہ سیدی محمد تھا (یا شاید خواجہ سیدی محمد حسین) تھا اور وہ اپنے لقب جمال الدین سے زیادہ مشہور ہوا۔ (باقی)

لے شعرا کچھ حصہ سوم (بلخ چہارم) ص ۱۵۵ سے شعرو شاعری عرفی و مطبوعہ مجدد آباد، صفحہ ۳